Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

مسدسِ حالی میں زوالِ امت اور اصلاحِ معاشرہ: قرآنی اصولوں کی روشنی میں موضوعاتی و ادبی تجزیہ

The Decline of the Muslim Ummah and Social Reform in Hali's Musaddas: A Thematic and Literary Study in the Light of Qur'anic Principles

Dr. Nabeel Ahmed Nabeel
Associate Professor, Department of Urdu, Division of Islamic and Oriental Learning, Lower Mall Campus, University of Education, Lahore, Pakistan
nabeel.ahmed@ue.edu.pk

Muhammad Naimat Ullah
Doctoral Candidate Islamic Studies, Division of Islamic and Oriental Learning, Lower Mall Campus, University of Education, Lahore / Librarian, Govt. Mines Labour Welfare College For Boys, Makerwal Mianwali.
Email: muhammadnaimatullah53@gmail.com, https://orcid.org/0009-0004-9412-1686

Farida Noreen
Doctoral Candidate Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore
Visiting Lecturer Islamic Studies, University of the Education, Lahore
Visiting Lecturer Islamic Studies, CEES, University of the Punjab, Lahore.
Email: faridanoreen53@gmail.com, https://orcid.org/0009-0009-5486-4510

ABSTRACT
This article presents a literary study of the diagnosis of Muslim decline and the concept of social reform in Khwaja Altaf Husain Hali's celebrated poem Madd-o-Jazr-e-Islam, commonly known as Musaddas-e-Hali, in the light of Qur'anic principles. It argues that Hali does not attribute the decline of the Muslim Ummah solely to the loss of political power or external domination. Instead, he traces it to the separation of faith from action, intellectual stagnation, moral deterioration, social disunity, ritualism, self-forgetfulness, and the abandonment of collective responsibility. Employing thematic, analytical, and intertextual methods, the study examines selected and textually verified stanzas of the Musaddas in relation to Qur'anic principles such as self-transformation, self-accountability, knowledge, justice, unity, enjoining good, mercy, hope, and collective responsibility. The analysis demonstrates that Hali's national elegy is not merely a lamentation over past glory; rather, it constitutes a carefully constructed literary movement from an awareness of decline to self-examination and from self-examination to organised reform. The poem presents the Prophetic mission as an ethical and social revolution founded upon knowledge, mercy, equality, justice, and concern for vulnerable members of society. The article nevertheless maintains a critical distinction between Hali's historically conditioned poetic interpretations and the definitive meanings of the Qur'anic text. It concludes that the Musaddas remains an influential reformative work that translates major elements of Qur'anic social ethics into the historical experience, emotional consciousness, and literary language of nineteenth-century Indian Muslim society.

Keywords: Musaddas-e-Hali; Madd-o-Jazr-e-Islam; Altaf Husain Hali; Decline of the Muslim Ummah; Social Reform; Qur'anic Principles; Urdu Poetry; Muslim Society; Aligarh Movement; Literary Analysis

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

تمہید

زیر نظر مقالہ خواجہ الطاف حسین حالی کی شہرۂ آفاق نظم مدّ و جزرِ اسلام، معروف بہ مسدسِ حالی، میں زوالِ امت کی تشخیص اور اصلاحِ معاشرہ کے تصور کا قرآنی اصولوں کی روشنی میں ادبی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ تحقیق کا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ حالی زوال کو محض سیاسی اقتدار کے خاتمے یا خارجی غلبے کا نتیجہ نہیں سمجھتے؛ ان کے نزدیک اس کی جڑیں ایمان و عمل کی جدائی، علم سے دوری، اخلاقی انحطاط، تفرقہ، خود فراموشی، رسم پرستی اور اجتماعی ذمہ داری کے ترک میں پیوست ہیں۔ موضوعاتی و بین المتونی منہج کے تحت مسدس کے منتخب اور مصدقہ بندوں کو قرآن مجید کے اصولِ تغییرِ نفس، محاسبۂ ذات، علم، عدل، وحدت، امر بالمعروف، امید، رحمت اور اجتماعی جواب دہی کے ساتھ تقابلی طور پر پڑھا گیا ہے۔ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ حالی کا قومی مرثیہ محض ماتم نہیں بلکہ احساسِ زیاں سے خود احتسابی، اور خود احتسابی سے منظم اصلاح تک پہنچنے والی ادبی حکمتِ عملی ہے۔ تاہم مقالہ حالی کی تاریخی و خطیبانہ تعبیرات اور قرآن کے قطعی مفہوم میں امتیاز برقرار رکھتا ہے۔ نتیجتاً مسدس ایک ایسے اصلاحی متن کے طور پر سامنے آتی ہے جو قرآنی اخلاق کے متعدد بنیادی اصولوں کو انیسویں صدی کے ہندوستانی مسلم معاشرے کے تجربے، درد اور ادبی شعور میں منتقل کرتی ہے۔

1۔ تعارف

مسدسِ حالی، جس کا اصل عنوان مدّ و جزرِ اسلام ہے، اردو کی قومی، اصلاحی اور تاریخی شاعری کا ایک بنیادی متن ہے۔ 1879ء میں پہلی مرتبہ شائع ہونے والی اس نظم نے 1857ء کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کی شکست خوردہ نفسیات، تعلیمی پسماندگی، سیاسی بے اختیاری اور اخلاقی انتشار کو ایک مربوط شعری بیانیے میں ڈھالا۔[1] حالی نے ماضی کے عروج اور حال کے زوال کو آمنے سامنے رکھ کر محض حسرت پیدا نہیں کی؛ انہوں نے قوم کے سامنے ایسا آئینہ رکھا جس میں وہ اپنے اجتماعی کردار، مذہبی رویوں اور عملی کمزوریوں کو دیکھ سکے۔ ان کے اپنے بیان کے مطابق نظم کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ مسلمان ”کون تھے اور کیا ہو گئے“۔[2] مسدس کی معنویت اس حقیقت میں ہے کہ اس کا موضوع سیاسی شکست سے وسیع تر ہے۔ حالی کے نزدیک اقتدار کا زوال ایک علامت ہے، اصل بیماری اخلاق، علم، عمل، اتحاد اور ذمہ داری کی کمزوری ہے۔ ان کی تنقید علما، مشائخ، امرا، شاعروں، عام مسلمانوں، خاندانی رسوم اور تعلیمی رویوں سب کو محیط ہے۔ یوں نظم فرد اور ادارے، عقیدہ اور عمل، تاریخ اور حال، مرثیہ اور اصلاح کے درمیان مکالمہ قائم کرتی ہے۔ اسی جامعیت نے اسے منبر، مدرسہ، جلسہ اور ادبی حلقے میں یکساں اثر پذیر بنایا۔ محمد صادق نے اسے اسلامی نشاۃِ ثانیہ کے شعری اظہار سے تعبیر کیا، جب کہ جدید تحقیق اسے نو آبادیاتی عہد کی مسلم اصلاحی جدیدیت کا اہم منشور قرار دیتی ہے۔[3]

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

اس مقالے کا بنیادی سوال یہ ہے کہ مسدس میں زوالِ امت کے اسباب اور اصلاحِ معاشرہ کے تصورات قرآن کے بنیادی اخلاقی و اجتماعی اصولوں سے کس حد تک ہم آہنگ ہیں؟ ضمنی سوالات یہ ہیں: حالی زوال کی داخلی اور خارجی وجوہ کو کیسے مرتب کرتے ہیں؟ ان کی شعری حکمتِ عملی احساسِ زیاں کو عمل میں کیسے بدلتی ہے؟ ان کے ہاں علم، اتحاد، عدل، رحمت، محاسبۂ نفس اور امید کی کیا حیثیت ہے؟ اور آج کے قاری کے لیے اس متن کی اصلاحی افادیت اور حدود کیا ہیں؟ مقالے کا دعویٰ یہ نہیں کہ مسدس قرآن کی منظوم تفسیر ہے یا اس کا ہر تاریخی بیان براہِ راست قرآنی حکم ہے۔ حالی ایک شاعر، نقاد اور مصلح ہیں؛ ان کی تعبیر اپنے عہد، سرسیدی تحریک اور نوآبادیاتی تجربے سے تشکیل پاتی ہے۔ البتہ ان کے اصلاحی استدلال میں کئی ایسے اصول کارفرما ہیں جو قرآن کے اجتماعی اخلاق سے گہری مناسبت رکھتے ہیں۔ یہی مناسبت اس تحقیق کا مرکز ہے۔

2۔ تاریخی، فکری اور ادبی پس منظر

انیسویں صدی کا نصفِ آخر شمالی ہند کے مسلمانوں کے لیے گہرے بحران کا زمانہ تھا۔ مغلیہ اقتدار کا خاتمہ، 1857ء کی تباہی، نوآبادیاتی انتظام کا استحکام، جدید تعلیم میں مسلمانوں کی کم شرکت، معاشی تبدیلی اور تہذیبی عدم تحفظ نے اجتماعی ذہن پر شکست و بے یقینی مسلط کر دی۔ سرسید احمد خان نے اس صورت حال کا جواب جدید تعلیم، سائنسی ذہن، سماجی اصلاح اور حکومت سے عملی مفاہمت میں تلاش کیا۔ حالی اس اصلاحی حلقے سے وابستہ ہوئے، مگر ان کی ادبی حساسیت نے پروگرام کو جذباتی، اخلاقی اور تاریخی زبان عطا کی۔[4] مسدس کی تخلیق میں سرسید کی تحریک اہم تھی، لیکن اسے محض فرمائشی نظم سمجھنا درست نہیں۔ حالی کے سوانحی تجربے، دہلی کی تباہی، شیفتہ کی حقیقت پسندانہ تربیت، غالب کی صحبت، لاہور کے جدید موضوعاتی مشاعروں اور عربی و فارسی ادب کے مطالعے نے اس نظم کی فکری زمین تیار کی۔ ابو تیگنول نے دکھایا ہے کہ مسدس اردو شہر آشوب اور اندلس کے مرثیاتی ادب، بالخصوص ابو البقا الرندی کی روایت، دونوں سے تخلیقی رشتہ رکھتی ہے؛ تاہم حالی نے مرثیے کو اصلاحی مستقبل کی طرف موڑ کر نئی معنویت دی۔[5]

مسدس چھ مصرعوں کے بند کی ہیئت ہے: پہلے چار مصرعے عموماً ایک قافیہ رکھتے ہیں اور آخری دو مصرعے الگ ہم قافیہ شعر بناتے ہیں۔ یہ ساخت حالی کو بیان، مثال، جذباتی تصعید اور نتیجہ ایک ہی بند میں سمیٹنے کی سہولت دیتی ہے۔ مرثیے سے وابستہ یہ ہیئت قومی زوال کے بیان کے لیے موزوں تھی، مگر حالی نے اس میں سیرت، تاریخ، اخلاقی موعظت، طنز، دعا اور اجتماعی خطاب جمع کر دیے۔[6] سادگی، روانی، تکرار، سوالیہ انداز، تقابل اور براہِ راست خطاب اس کے بنیادی فنی وسائل ہیں۔ نظم کا بیانیہ جاہلی عرب کی تصویر سے شروع ہوتا، بعثتِ نبوی ﷺ کو اخلاقی انقلاب کے مرکز کے طور پر پیش کرتا، ابتدائی مسلمانوں کے علم و کردار اور تمدنی خدمات کا ذکر کرتا، پھر زوال کے اسباب

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

گنواتا اور آخر میں دعا، امید اور بیداری کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ ساخت "عروج—زوال—اصلاح" کی سیدھی لکیر دکھائی دیتی ہے، لیکن ادبی سطح پر اس میں حال مسلسل ماضی کے آئینے میں پرکھا جاتا ہے۔ ماضی مقصد نہیں، اخلاقی معیار ہے؛ حال صرف شکست نہیں، ذمہ داری کا مقام ہے؛ اور مستقبل خودکار وعدہ نہیں، اصلاحی عمل سے مشروط امکان ہے۔

3۔ سابقہ تحقیق اور تحقیقی خلا

مسدس پر کلاسیکی اردو تنقید نے اس کی قومی خدمت، سادگی، جوش اور اثر انگیزی کو نمایاں کیا۔ عبدالحق نے اسے حالی کے افکار اور مسلم تہذیبی شعور کا نمائندہ متن قرار دیا؛ آل احمد سرور نے اسے حالی کی تخلیقی قوت، مذہبی بصیرت اور خونِ جگر کا حاصل کہا؛ محمد صادق نے اسے اردو نظم اور اسلامی نشاۃِ ثانیہ کی تاریخ میں سنگِ میل سمجھا۔[7] افتخار احمد صدیقی کی تدوین اور حالی شناسی نے متن، زمانی پس منظر اور فکری ارتقا کی تفہیم کو مضبوط بنیاد دی۔[8] بعد کی تحقیق نے نظم کو نوآبادیاتی جدیدیت، مسلم قومیت، سیاسی شعور اور صنفی و سماجی اصلاح کے تناظر میں پڑھا۔ فرانسس پریچٹ نے حالی کے شعری نظریے کو "فطری شاعری"، اخلاقی افادیت اور نئے ادبی ذوق کے تناظر میں دیکھا؛ فرانسس رابنسن نے جنوبی ایشیا میں مسلم شناخت اور احیائی فکر کے ساتھ اس کے رشتے کی نشان دہی کی؛ عزیز احمد نے اسے ہند اسلامی سیاسی شاعری کی تشکیل میں مؤثر قرار دیا۔[9] جدید مطالعات یہ تنقیدی سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ ماضی کی مثالی تصویر، نوآبادیاتی علم کی بعض درجہ بندیوں اور مسلم مردِ متوسط کی اصلاحی مرکزیت نے نظم کے بیانیے کو کیسے تشکیل دیا۔[10]

قرآن اور مسدس کے تعلق پر عمومی مضامین میں آیات اور اشعار کی مماثلتیں پیش کی گئی ہیں، مگر اکثر مطالعے دو کمزوریوں کا شکار ہیں: یا مسدس کو بلا امتیاز قرآنی تعلیمات کا منظوم عکس قرار دے دیا جاتا ہے، یا ادبی ساخت کو نظر انداز کر کے صرف وعظی نکات نکالے جاتے ہیں۔ زیرِ نظر تحقیق بین المتونی مماثلت کے ساتھ فرق کو بھی ملحوظ رکھتی ہے۔ قرآن وحی اور معیار ہے؛ مسدس ایک تاریخی، ادبی اور انسانی تعبیر۔ اس لیے قرآنی اصول نظم کی تنقیدی قرأت کے لیے معیار فراہم کرتے ہیں، مگر حالی کے ہر تاریخی فیصلے کو تقدس نہیں دیتے۔ تحقیقی خلا یہ ہے کہ زوال کی تشخیص اور اصلاحی تجویز کو ایک مربوط قرآنی اخلاقی نقشے میں کم دیکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ تغییرِ نفس، علم، عدل، وحدت، امر بالمعروف، رحمت، امید اور اجتماعی جواب دہی کو تجزیاتی زمروں کے طور پر استعمال کر کے دکھاتا ہے کہ حالی کا مرثیہ کس طرح خود احتسابی سے اصلاح تک سفر کرتا ہے۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

4۔ منہجِ تحقیق اور حدود

تحقیق معیاری، موضوعاتی، بین المتونی اور ادبی تجزیاتی نوعیت کی ہے۔ بنیادی ماخذ مسدسِ مدّ و جزرِ اسلام کا مستند مدون متن ہے؛ حالی کے مقدمہ شعر وشاعری، حیاتِ جاوید اور مکاتیب کو توضیحی مواد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔[11] ثانوی ماخذ میں حالی شناسی، اردو نظم کی تاریخ، علی گڑھ تحریک، مسلم اصلاحی فکر اور جدید تنقیدی مقالات شامل ہیں۔ پہلے مرحلے میں مسدس کے ایسے بند منتخب کیے گئے جو جاہلیت، بعثت، اخلاقی انقلاب، علم، عدل، مساوات، زوال، تفرقہ، رسم پرستی، بے عملی اور امید سے متعلق ہیں۔ دوسرے مرحلے میں قرآن کے متعلقہ اصول متعین کیے گئے: الرعد 13:11 میں داخلی تبدیلی؛ الحشر 59:18 میں محاسبۂ نفس؛ آل عمران 3:103 اور 3:110 میں وحدت واجتماعی خیر؛ الحجرات 49:10 میں اخوت؛ الزمر 39:9 اور العلق 96:1–5 میں علم؛ النحل 16:90 میں عدل واحسان؛ العصر میں ایمان، عمل اور اجتماعی تواصی؛ اور الزمر 39:53 میں امید۔ تیسرے مرحلے میں لفظی مماثلت کے بجائے تصوری، اخلاقی اور بیانیاتی ربط کا تجزیہ کیا گیا۔

یہ مطالعہ پوری نظم کی شرح نہیں اور نہ زوالِ مسلم کی جامع تاریخ۔ قرآنی آیات کو تاریخی واقعات کی سادہ پیش گوئی کے طور پر نہیں برتا گیا۔ کسی قوم کے عروج وزوال کے مادی، سیاسی، معاشی اور بین الاقوامی عوامل بھی ہوتے ہیں؛ قرآن داخلی اخلاقی ذمہ داری پر زور دیتا ہے مگر تاریخ کو ایک ہی سبب میں محدود نہیں کرتا۔ اسی طرح حالی کے عمومی بیانات، مثالی ماضی اور بعض طبقاتی تصورات کو ان کے عہد کے اندر رکھ کر تنقیدی طور پر پڑھا گیا ہے۔

5۔ زوال کا ادبی استعارہ: مدّ، جزر اور احساسِ زیاں

عنوان "مدّ و جزرِ اسلام" ہی نظم کی بنیادی علامت ہے۔ مدّ عروج، پھیلاؤ اور تخلیقی توانائی؛ جزر پسپائی، سکڑاؤ اور کمزوری کی علامت ہے۔ سمندر کا استعارہ زوال کو ابدی موت نہیں بننے دیتا، کیونکہ جزر کے تصور میں مدّ کا امکان مضمر ہے۔ تاہم حالی اس امکان کو خودکار تاریخی قانون نہیں سمجھتے؛ ان کا پورا اصلاحی خطاب بتاتا ہے کہ نئی مدّ اخلاقی اور علمی کوشش سے پیدا ہوگی۔

زوال کی انتہائی کیفیت ان کی معروف رباعی نما بندش میں سامنے آتی ہے:

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے

اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد

دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے[12]

یہاں مبالغہ مایوسی پھیلانے کے لیے نہیں بلکہ بے حسی توڑنے کے لیے ہے۔ "دیکھے" کی تکرار قاری کو تماشائی نہیں رہنے دیتی؛ اسے گواہ بناتی ہے۔ دریا کا اترنا خارجی واقعہ بھی ہے اور داخلی قوت کے زیاں کا استعارہ بھی۔ حالی پہلے درد پیدا کرتے ہیں، کیونکہ احساسِ زیاں کے بغیر اصلاح کی خواہش بیدار نہیں ہوتی۔ مگر صرف گریہ کافی نہیں؛ اسی لیے نظم کے ضمیمے میں امید کو پکارا گیا:

بس اے ناامیدی نہ یوں دل بجھا تو

جھلک اے امید اپنی آخر دکھا تو

ذرا ناامیدوں کی ڈھارس بندھا تو

فسردہ دلوں کے دل آخر بڑھا تو[13]

قرآن مصیبت اور زوال کے ادراک کو مایوسی میں ختم نہیں ہونے دیتا: "اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو" (الزمر 39:53)۔[14] حالی کی ادبی حکمت بھی خوف اور رجا کا توازن پیدا کرتی ہے۔ مرثیہ تشخیص ہے، امید علاج کی نفسیاتی شرط۔ اگر قوم اپنی حالت کو خوب صورت الفاظ سے چھپائے تو اصلاح ناممکن؛ اگر اسے ناقابلِ تبدیلی سمجھے تو عمل ناممکن۔ مسدس ان دونوں انتہاؤں کے درمیان "احساسِ زیاں کے ساتھ امکان" کی فضا بناتی ہے۔

6۔ قرآنی اصولِ تغییرِ نفس اور حالی کی داخلی تشخیص

قرآن اجتماعی تبدیلی کو داخلی اخلاقی تبدیلی سے مربوط کرتا ہے: "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر کی حالت نہ بدلے" (الرعد 13:11)۔[15] آیت خارجی اسباب کی نفی نہیں کرتی، مگر قوم کو محض مظلوم یا تقدیر کا مجبور کردار بننے سے روکتی ہے۔ حالی کی بنیادی اصلاحی بصیرت بھی یہی ہے۔ وہ نوآبادیاتی غلبے کا درد محسوس کرتے ہیں، لیکن سارا الزام فاتح پر رکھ کر قوم کو بری الذمہ نہیں کرتے۔ ان کا رخ بار بار داخلی کمزوریوں—جہالت، بے عملی، تفرقہ، ریا، تعصب اور بے مقصد رسوم—کی طرف پلٹتا ہے۔ یہ داخلی تشخیص اخلاقی خود الزامی نہیں بلکہ اختیار کی بازیافت ہے۔ اگر زوال صرف دشمن کی قوت سے آیا ہے تو قوم کے پاس انتظار کے سوا کچھ

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

نہیں؛ اگر اپنے رویوں کا حصہ بھی ہے تو تبدیلی ممکن ہے۔ حالی قاری کو تاریخ کا فاعل بناتے ہیں۔ اسی لیے ان کے طنز کا ہدف وہ مذہبی اطمینان ہے جو عمل کے بغیر نجات، نسب کے سبب فضیلت یا ماضی کے سبب حال کی برتری کا گمان پیدا کرتا ہے۔

قرآن میں محاسبۂ نفس کا حکم ہے: "ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا" (الحشر 59:18)۔[16] مسدس کا ماضی و حال کا تقابل اسی "دیکھنے" کو اجتماعی سطح پر انجام دیتا ہے۔ حالی اسلاف کے ذکر سے تفاخر نہیں، میزان پیدا کرتے ہیں: اگر ابتدائی قوت صدق، علم، عدل، ایثار اور عمل سے بنی تھی تو صرف نام کی وراثت نتیجہ نہیں دے سکتی۔ نسبت ذمہ داری بڑھاتی ہے، کامیابی کی ضمانت نہیں۔ حالی کی داخلی تنقید کی ایک حد بھی ہے۔ تاریخی زوال کو صرف اخلاقی خرابی سے سمجھنا معاشی ڈھانچوں، استعماری تشدد، عسکری ٹیکنالوجی اور عالمی طاقت کو کم اہم دکھا سکتا ہے۔ قرآنی اصول کا متوازن اطلاق یہ ہے کہ داخلی اصلاح کے ساتھ خارجی حقیقت کا علمی تجزیہ بھی ہو۔ اخلاقی بیداری سیاسی و معاشی حکمتِ عملی کا بدل نہیں، اس کی بنیاد ہے۔

7۔ بعثتِ نبوی ﷺ بطور اخلاقی انقلاب

مسدس میں جاہلی عرب کی تصویر اس لیے کھینچی گئی ہے کہ بعثتِ نبوی ﷺ کے تبدیلی آفریں اثر کو نمایاں کیا جاسکے۔ حالی لکھتے ہیں:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی

عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی

اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے

کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے[17]

"بجلی"، "آواز"، "ہلا دی" اور "جگا دی" حرکت کے الفاظ ہیں۔ نبوت کا ظہور حالی کے ہاں صرف عقیدے کی اطلاع نہیں، انسان اور معاشرے کی اخلاقی تنظیمِ نو ہے۔ اسی مرکز کی تفصیل نعتیہ بند میں ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ

یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ[18]

یہ بند حضور اکرم ﷺ کی عظمت کو کمزور طبقات کی خدمت سے ظاہر کرتا ہے۔ رحمت جذباتی صفت نہیں؛ غریب، غیر، فقیر، ضعیف، یتیم اور غلام کے حق میں عملی موجودگی ہے۔ قرآن آپ ﷺ کو "رحمت للعالمین" قرار دیتا ہے (الانبیاء 21:107) اور آپ کے اخلاق کو عظیم کہتا ہے (القلم 68:4)۔[19] حالی ان قرآنی اوصاف کو سماجی کردار میں ترجمہ کرتے ہیں۔

معاشرتی اصلاح کا معیار یہاں واضح ہے: مذہبی بیداری تب نبوی ہے جب حاشیے پر موجود انسان کو تحفظ اور عزت دے۔ اگر عبادت اور شناخت بڑھیں مگر یتیم، غریب، مزدور، عورت اور اقلیت کی حالت نہ بدلے تو حالی کے نعتیہ تصور کی روح پوری نہیں ہوتی۔ مسدس کا اصلاحی منصوبہ سیرت کو محض مقدس یاد سے زندہ سماجی میزان بناتا ہے۔

8۔ علم، تحقیق اور فکری بیداری

حالی کے نزدیک امت کے عروج میں علم بنیادی عنصر اور زوال میں جہالت فیصلہ کن کمزوری ہے۔ وہ ابتدائی مسلمانوں کی علمی جستجو، دوسری تہذیبوں کے علوم سے استفادے اور دنیا میں علم کی اشاعت کو یاد دلاتے ہیں۔ مقصد ماضی کی فہرست بنانا نہیں؛ اپنے عہد کے مسلمانوں کو جدید علوم، تحقیق اور تعلیم کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ علی گڑھ تحریک سے ان کی وابستگی اسی عملی پس منظر کی نمائندہ ہے۔[20] قرآن کی پہلی وحی "پڑھو" سے شروع ہوتی، قلم اور تعلیم کا ذکر کرتی ہے (العلق 96:1–5)؛ علم والوں اور بے علموں کے فرق پر سوال اٹھاتی ہے (الزمر 39:9)؛ اور دعا سکھاتی ہے: "اے میرے رب، میرے علم میں اضافہ فرما" (طٰہٰ 20:114)۔[21] ان آیات میں علم محض معلومات نہیں؛ رب کی نسبت، اخلاقی ذمہ داری اور انسانی فلاح سے وابستہ ہے۔ حالی کا علم بھی زندگی بدلنے والا علم ہے، نہ بے عمل تفاخر۔

ان کی تنقید دوطرفہ ہے۔ ایک طرف وہ جدید تعلیم سے گریز، سفر سے خوف اور نئے علم کے بارے میں بدگمانی کو زوال کا سبب سمجھتے ہیں؛ دوسری طرف اخلاق سے خالی ذہانت کو کافی نہیں سمجھتے۔ حقیقی تعلیم کردار، خدمت، حقیقت پسندی اور عمل پیدا کرے۔ اس زاویے سے مسدس جدید سائنس اور دینی اخلاق میں مصنوعی تصادم کے بجائے علم کی وحدت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ آج اس اصول کا اطلاق

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

جامعات، مدارس اور عمومی تعلیم سب پر ہوتا ہے۔ حفظِ معلومات کے بجائے سوال، دلیل، تحقیق، دیانتِ علمی اور مسئلہ حل کرنے کی تربیت ضروری ہے۔ مذہبی علم کو معاشرتی حقیقت سے اور جدید علم کو اخلاقی جواب دہی سے جوڑنا ہوگا۔ حالی کی پکار صرف اسکول کھولنے کی نہیں، علمی مزاج پیدا کرنے کی پکار ہے۔

9۔ ایمان و عمل کی وحدت اور رسم پرستی کی تنقید

مسدس کی شدید ترین تنقید اس مذہبیت پر ہے جس میں دعویٰ اور عمل الگ ہو جاتے ہیں۔ حالی کے نزدیک عقائد، القاب، مجالس اور ظاہری رسوم اس وقت اصلاحی قوت نہیں بنتیں جب معاملات میں جھوٹ، ناانصافی، کاہلی اور خود غرضی برقرار رہیں۔ یہ تنقید دین کے ظاہر کی نفی نہیں؛ ظاہر کو باطن اور اخلاق سے مربوط کرنے کا مطالبہ ہے۔ سورۃ العصر ایمان، عملِ صالح، حق کی باہمی تلقین اور صبر کی اجتماعی تلقین کو خسارے سے نجات کی چار مربوط شرائط قرار دیتی ہے۔[22] صرف فرد کا ایمان کافی نہیں؛ عمل اور اجتماعی تواصی بھی درکار ہیں۔ اسی طرح قرآن نیکی کو محض مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنے تک محدود نہیں کرتا بلکہ ایمان کے ساتھ مال خرچ کرنے، عہد پورا کرنے اور مصیبت میں ثابت قدمی کو شامل کرتا ہے (البقرہ 2:177)۔[23] حالی کا اصلاحی خطاب اسی عملی دینداری کی بازیافت ہے۔

رسم پرستی کی تنقید میں ادبی طنز اہم کردار ادا کرتا ہے۔ شاعر قاری کو براہِ راست بتانے کے بجائے اس کے قول و فعل کا تضاد دکھاتا ہے۔ ماضی کی شجاعت کے دعوے کے مقابل حال کی بے عملی، علم کی میراث کے مقابل مطالعے سے دوری، اخوت کے وعظ کے مقابل فرقہ بندی — یہ تقابلات شرمندگی پیدا کرتے ہیں۔ یہ شرمندگی تحقیر کے لیے نہیں، اخلاقی بیداری کے لیے ہے۔ اصلاح کا مثبت راستہ عبادت، علم اور معاملات کی وحدت ہے۔ نماز وقت، نظم اور خدا کے حضور جواب دہی سکھائے؛ روزہ ضبط اور محروم کی بھوک کا احساس؛ زکوۃ معاشی ذمہ داری؛ حج عالمی اخوت؛ اور ذکر زبان و کردار کی پاکیزگی۔ حالی کی فکر میں دین معاشرے سے الگ نجی رسم نہیں بلکہ فرد، خاندان، بازار، تعلیم اور سیاست کے اخلاقی معیار کا سرچشمہ ہے۔

10۔ وحدت، اخوت اور تفرقے کا مسئلہ

حالی زوال کے نمایاں اسباب میں باہمی تفرقہ، حسد، گروہی عصبیت اور اجتماعی مقصد کے فقدان کو شمار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک جو امت توحید اور اخوت کے پیغام سے بنی تھی، وہ فرقہ، خاندان، زبان اور مفاد کی کشمکش میں اپنی قوت کھو بیٹھی۔ نظم کا اجتماعی ضمیر "ہم" کی صورت میں بولتا ہے؛ یہ ضمیر قاری کو الگ فرد کے بجائے مشترک ذمہ داری کا حصہ بناتا ہے۔ قرآن حکم دیتا ہے: "سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو" (آل عمران 3:103)، مومنوں کو بھائی قرار دے کر باہمی اصلاح کی تلقین کرتا ہے (الحجرات 49:10)، اور نزاع کو کمزوری اور ہوا اکھڑنے کا سبب بتاتا ہے (الانفال 8:46)۔[24] وحدت کا مطلب علمی اختلاف مٹانا نہیں؛ مشترک اصول، اخلاقِ اختلاف اور اجتماعی خیر کو ذاتی و گروہی مفاد پر مقدم کرنا ہے۔

حالی کی اصلاحی وحدت جذباتی نعرہ نہیں۔ اس کے لیے انصاف، اعتماد، تعلیم اور مشترک ادارے ضروری ہیں۔ وہ معاشرہ جس میں طبقاتی تحقیر، مسلکی نفرت، نسلی امتیاز یا معاشی استحصال قائم ہو، صرف اتحاد کے وعظ سے متحد نہیں ہو سکتا۔ قرآن عدل کو دشمنی کے باوجود لازم قرار دیتا ہے (المائدہ 5:8)۔[25] اس لیے اخوت کی بنیاد حق اور عدل ہے، خاموش یکسانیت نہیں۔ معاصر اطلاق میں بین المسالک احترام، علمی مکالمہ، مشترک سماجی خدمت، نفرت انگیز زبان سے گریز اور اختلاف کے منصفانہ ادارے شامل ہیں۔ مسدس کی قومی پکار تب نتیجہ خیز ہو گی جب "ہم" کے دائرے میں کمزور اور مختلف آوازیں بھی عزت کے ساتھ شریک ہوں۔

11۔ عدل، احسان اور اصلاحِ معاشرہ

حالی کے بیان میں ابتدائی اسلامی معاشرے کی قوت فوجی فتوحات سے زیادہ اخلاقی اصولوں میں تھی: مساوات، امانت، سادگی، قانون کی بالادستی اور کمزور کی حمایت۔ نعتیہ بند میں رسول اکرم ﷺ کو یتیموں کا والی اور غلاموں کا مولیٰ کہنا اسی سماجی عدل کا مرکز متعین کرتا ہے۔ اصلاحِ معاشرہ کا مقصد محض مسلمانوں کو طاقت ور بنانا نہیں، ایسا معاشرہ بنانا ہے جس میں انسان محفوظ اور باوقار ہو۔ قرآن کا جامع حکم ہے: "اللہ عدل، احسان اور قرابت دار کو دینے کا حکم دیتا ہے" (النحل 16:90)۔ امانت اہل کے سپرد کرنے اور فیصلہ عدل سے کرنے کی ہدایت بھی دی گئی ہے (النساء 4:58)۔[26] عدل حقوق کی کم سے کم ضمانت، احسان انسانی تعلق کی فراخ دلی، اور ایتائے ذی القربیٰ سماجی ذمہ داری کی قریبی سطح ہے۔ حالی کا اخلاقی پروگرام ان تینوں کو علم و عمل سے جوڑتا ہے۔

معاشرتی خرابی کی تشخیص میں حالی خاندان، بازار، تعلیم اور مذہبی قیادت کو الگ الگ جزیرے نہیں سمجھتے۔ بدعنوان بازار تربیت اور قانون دونوں کی ناکامی ہے؛ جہالت گھر، مدرسے، اسکول اور ریاست سب کا مسئلہ؛ ریا مذہبی زبان اور معاشرتی مفاد کے اتصال سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اصلاح بھی کثیر سطحی ہونی چاہیے: فرد کی نیت، خاندان کی تربیت، ادارے کی شفافیت اور قانون کا منصفانہ نفاذ۔ حالی کی بعض عمومی تنقیدیں اپنے عہد کے متوسط طبقاتی اخلاق کی نمائندہ ہیں، اس لیے آج انہیں لفظی نسخہ نہیں بنایا جاسکتا۔ مگر ان کا مرکزی اصول برقرار ہے: اجتماعی عظمت کا دعویٰ روزمرہ انصاف سے جانچا جائے۔ جس معاشرے میں تعلیم، صحت، روزگار اور قانون تک رسائی غیر مساوی ہو، وہاں ماضی کا فخر اصلاح کا بدل نہیں۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

12۔امر بالمعروف، اجتماعی جواب دہی اور ادیب کا کردار

قرآن امتِ مسلمہ کی خیر کو اس اجتماعی ذمہ داری سے وابستہ کرتا ہے کہ وہ معروف کو فروغ دے، منکر سے روکے اور ایمان کو زندہ رکھے (آل عمران 3:110)۔[27] یہ فریضہ محض ریاستی قوت یا خطیب کا اختیار نہیں؛ علم، حکمت، اخلاق اور باہمی خیر خواہی کا اجتماعی نظام ہے۔ حالی اپنی شاعری کو اسی اخلاقی مداخلت کا وسیلہ بناتے ہیں۔ مسدس میں شاعر باہر کھڑا منصف نہیں۔ دعا، درد اور جمع متکلم کا استعمال اسے قوم کے جرم و امید دونوں میں شریک کرتا ہے۔ یہی شرکت اس کی سخت تنقید کو اخلاقی جواز دیتی ہے۔ وہ تحقیر کے لطف کے لیے عیب نہیں گنواتا؛ اصلاح کی تکلیف کے ساتھ آئینہ دکھاتا ہے۔ ادب یہاں پروپیگنڈا نہیں، اجتماعی ضمیر کی بیداری ہے۔ حالی کا مقدمۂ شعر و شاعری بھی ادب کے لیے سادگی، سچائی، فطرت اور اخلاقی افادیت پر زور دیتا ہے۔[28] مسدس اس نظریے کا عملی نمونہ ہے: زبان قابلِ فہم، واقعات مربوط، جذبات شدید مگر مقصد واضح ہے۔ تکرار اور خطاب سامع کو یادداشت اور شرکت دیتے ہیں۔ نظم پڑھی ہی نہیں جاتی تھی، اجتماعات میں سنائی بھی جاتی تھی؛ اس صوتی زندگی نے اس کے اصلاحی اثر کو بڑھایا۔[29] مگر امر بالمعروف کی قرآنی روح حکمت اور بہترین اسلوب کا تقاضا کرتی ہے (النحل 16:125)۔ اصلاحی ادب کو ثبوت، انصاف اور انسانی احترام برقرار رکھنا چاہیے۔ پورے طبقے کو یکساں مجرم ٹھہرانا یا پیچیدہ تاریخ کو اخلاقی سستی میں سمیٹنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ حالی کی قوت ان کی دردمندی ہے؛ آج کے مصلح کے لیے سبق یہ ہے کہ تنقید شمولیتی، خود احتساب اور حل پر مبنی ہو۔

13۔امید، توبہ اور تجدید کا امکان

مسدس کا مرثیاتی آہنگ اگر ضمیمے کی امید سے الگ پڑھا جائے تو تقدیر پرستانہ مایوسی کا گمان ہو سکتا ہے۔ مگر حالی ناامیدی کو خود مخاطب کر کے امید کی جھلک مانگتے ہیں۔ یہ فنی موڑ نظم کے عنوان میں مضمر مدّ کے امکان کو واضح کرتا ہے۔ زوال آخری شناخت نہیں؛ بیداری، توبہ، علم اور عمل سے نئی ابتدا ممکن ہے۔

قرآن گناہ اور اسراف کے باوجود رحمت سے مایوسی روکتا ہے (الزمر 39:53)، توبہ کو محض زبانی استغفار نہیں بلکہ رجوع اور اصلاح بناتا ہے، اور نیک عمل کے ذریعے برائی کو بھلائی میں بدلنے کا امکان دکھاتا ہے (الفرقان 25:70)۔[30] اجتماعی سطح پر توبہ کا مفہوم غلط پالیسی، ناانصافی، علمی جمود اور نقصان دہ رسوم کا اعتراف، تلافی اور ادارہ جاتی تبدیلی ہے۔

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

حالی کی امید آسان خوش خبری نہیں۔ وہ ماضی کی عظمت کو واپس آنے والی میراث نہیں سمجھتے؛ نئی نسل کو تعلیم، محنت اور کردار سے اپنا مقام بنانا ہوگا۔ اسی لیے ان کا امیدی آہنگ درد کو منسوخ نہیں کرتا، اسے سمت دیتا ہے۔ اصلاح کے لیے نہ خود فریبی مفید ہے نہ خود نفرت۔ حقیقت پسند امید اپنی کمزوری تسلیم کرتی اور قابلِ پیمائش عمل شروع کرتی ہے۔ تعلیم میں اس تصور کو عملی بنایا جاسکتا ہے: طلبہ مسدس سے صرف اشعار یاد نہ کریں بلکہ اپنے معاشرے کے ایک مسئلے — تعلیمی عدم مساوات، بدعنوانی، نفرت انگیز زبان یا غربت — کی قرآنی اخلاق کی روشنی میں تشخیص اور اصلاحی منصوبہ بنائیں۔ یوں ادب احساس، قرآن میزان اور تحقیق عمل کی راہ بن سکتے ہیں۔

14۔ مسدس کے ادبی و فنی محاسن

مسدس کا اصلاحی اثر صرف خیال کا نتیجہ نہیں؛ فن نے پیغام کو حافظے اور جذبے میں اتارا۔ سادہ مگر بلند آہنگ زبان، متوازن مصرعے، صوتی تکرار، متقابل تصویریں، سوال، ندائیہ خطاب، تاریخی منظر اور دعا اس کے اہم وسائل ہیں۔ حالی پیچیدہ فلسفیانہ اصطلاح کے بجائے دریا، بجلی، نیند، آئینہ اور بیماری جیسے محسوس استعارے استعمال کرتے ہیں۔ مدّ و جزر پوری نظم کا تنظیمی استعارہ ہے۔ جاہلیت اور بعثت، عروج اور زوال، علم اور جہل، عمل اور دعویٰ، اتحاد اور تفرقہ، امید اور ناامیدی کے جوڑے معنوی حرکت پیدا کرتے ہیں۔ آخری دو مصرعے اکثر بند کے استدلال کو ضرب المثل جیسی قوت دیتے ہیں۔ چھ مصرعوں کی ساخت تفصیل اور نتیجے کے درمیان توازن رکھتی ہے۔[31] مرثیے اور موعظت کا امتزاج بھی اہم ہے۔ خالص مرثیہ قاری کو غم میں روک سکتا اور خالص وعظ جمالیاتی اثر کھو سکتا ہے؛ حالی تاریخی کہانی، نعت، طنز، شکایت اور دعا کے ذریعے دونوں کی کمزوری سے بچتے ہیں۔ ان کا "قومی مرثیہ" رلا کر جگاتا ہے۔ اسی بنا پر مسدس نے بعد کی قومی شاعری، بالخصوص اقبال کے شکوہ اور جوابِ شکوہ کے لیے فضا تیار کی۔

فنی تنقید کے طور پر کہا جاسکتا ہے کہ نظم کی طوالت، بعض تکرار، مثالی ماضی اور خطیبانہ تعمیم جدید قاری کو کبھی یک رخا محسوس ہو سکتی ہے۔ تاہم یہی تکرار سماعتی ثقافت میں یادداشت اور اثر کا ذریعہ تھی۔ ادبی قدر کا منصفانہ فیصلہ متن کے تاریخی قاری اور موجودہ تنقیدی شعور دونوں کو ملحوظ رکھتا ہے۔

15۔ معاصر معنویت اور عملی اصلاحی خاکہ

آج مسلم معاشروں کے مسائل حالی کے عہد سے مختلف ہونے کے باوجود ان کی بنیادی اخلاقی تشخیص حیرت انگیز طور پر متعلق ہے: تعلیم کا معیار، تحقیق کی کمزوری، قول و عمل کا فرق، فرقہ واریت، ادارہ جاتی ناانصافی اور ماضی پر غیر تنقیدی فخر اب بھی موجود ہیں۔ مگر آج کے

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

مسائل میں ڈیجیٹل غلط معلومات، ماحولیاتی بحران، نوجوانوں کی بے روزگاری، صنفی عدم مساوات اور عالمی معیشت بھی شامل ہیں۔ اس لیے مسدس کے پیغام کو نقل نہیں، تخلیقی تطبیق درکار ہے۔ قرآنی و حالیاتی اصولوں سے پانچ سطحی خاکہ نکلتا ہے۔ پہلی سطح محاسبۂ نفس ہے: فرد اور ادارہ اپنے دعوے اور نتائج کا دیانت دار جائزہ لے۔ دوسری علم ہے: معیاری بنیادی تعلیم، تحقیق، تنقیدی فکر اور دینی و عصری علوم کا مکالمہ۔ تیسری اخلاقی عمل ہے: امانت، وقت کی پابندی، محنت اور خدمت۔ چوتھی اجتماعی عدل و وحدت ہے: مساوی مواقع، قانون کی بالادستی، اختلاف کا ادب اور کمزور کا تحفظ۔ پانچویں امید و تسلسل ہے: مختصر جوش کے بجائے طویل مدتی ادارہ سازی۔

اس خاکے کی کامیابی کے لیے قابلِ پیمائش اہداف ضروری ہیں۔ مثال کے طور پر مدرسہ یا جامعہ علمی دیانت کی پالیسی، مطالعاتی مہارت، سماجی خدمت اور بین المسالک مکالمے کو نصاب میں شامل کرے؛ مذہبی ادارہ مالی شفافیت اور محروم طبقوں کی خدمت کا سالانہ جائزہ دے؛ مقامی کمیونٹی اسکول سے باہر بچوں اور خواتین کی تعلیم کے لیے مشترک پروگرام بنائے۔ یوں "اصلاح" وعظ سے نظام میں منتقل ہوتی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ قرآنی اصلاح تحقیر یا جبر نہیں۔ دعوت حکمت، عدل، رحمت اور انسانی اختیار کے احترام سے ہوگی۔ حالی کے درد کو آج نفرت یا تہذیبی برتری کے نعرے میں بدلنا ان کے اصلاحی مقصد اور قرآن کے اخلاق دونوں کے خلاف ہوگا۔

16۔ قرآنی اصولوں کا ترکیبی نقشہ

مسدس کے اصلاحی پیغام اور منتخب قرآنی اصولوں کو یکجا دیکھا جائے تو تبدیلی کا ایک مسلسل نقشہ سامنے آتا ہے۔ اس کا پہلا مرحلہ ادراک ہے: قوم اپنی حالت کو دیکھے، ماضی کے فخر یا خارجی الزام کے پردے میں حال کی کمزوری نہ چھپائے۔ الحشر 59:18 کا محاسبہ اور حالی کا آئینہ اسی ادراک کو پیدا کرتے ہیں۔ دوسرا مرحلہ داخلی رجوع ہے: الرعد 13:11 کے مطابق خواہش، عادت، ترجیح اور اجتماعی ذہن بدلے۔ یہ تبدیلی محض احساس نہیں؛ وقت، وسائل اور ادارہ جاتی فیصلوں میں ظاہر ہونی چاہیے۔

تیسرا مرحلہ علم ہے۔ العلق کی قرأت اور قلم، الزمر کا علم و جہل کا فرق، اور حالی کی تعلیمی پکار اصلاح کو قابلِ فہم اور قابلِ عمل بناتے ہیں۔ اخلاص علم کے بغیر غلط سمت جا سکتا ہے اور علم اخلاق کے بغیر استحصال بن سکتا ہے۔ چوتھا مرحلہ ایمان و عمل کی وحدت ہے جسے سورۃ العصر مختصر مگر جامع صورت میں پیش کرتی ہے۔ صالح عمل انفرادی نیکی تک محدود نہیں؛ حق اور صبر کی باہمی تلقین اسے اجتماعی عمل بناتی ہے۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 4 No. 3 (March) (2026)

پانچواں مرحلہ عدل اور رحمت ہے۔ النحل 16:90 کا عدل واحسان، النساء 4:58 کی امانت، اور حالی کے نعتیہ بند میں یتیم، غلام، غریب اور ضعیف کی مرکزیت بتاتی ہے کہ اصلاح کا اصل امتحان کمزور انسان کی حالت ہے۔ چھٹا مرحلہ وحدت ہے، مگر ایسی وحدت جو حق اور انصاف پر قائم ہو۔ آلِ عمران 3:103 کا اعتصام، الحجرات 49:10 کی اخوت اور المائدہ 5:8 کا عدل مل کر واضح کرتے ہیں کہ اتحاد اختلاف دبانے یا ظلم چھپانے کا نام نہیں۔ ساتواں مرحلہ امید اور استقامت ہے۔ الزمر 39:53 ناامیدی روکتی ہے اور عصر صبر کی تواصی سکھاتی ہے۔ حالی کی نظم میں امید درد کے بعد آتی ہے، اس لیے وہ سطحی خوش گمانی نہیں۔ اس ترکیبی نقشے کا حاصل یہ ہے کہ اصلاح ایک تقریر یا وقتی مہم نہیں بلکہ محاسبہ، علم، کردار، عدل، وحدت، امید اور مسلسل جائزے کا دورانی عمل ہے۔ ہر مرحلہ دوسرے کی اصلاح کرتا ہے: محاسبہ امید کے بغیر مایوسی، امید محاسبے کے بغیر خود فریبی، علم اخلاق کے بغیر غرور، وحدت عدل کے بغیر جبر، اور عمل علم کے بغیر بے سمتی بن سکتا ہے۔ مسدس کی مستقل قدر یہ ہے کہ وہ ان مجرد اصولوں کو تاریخی یاد، شعری درد اور اجتماعی آواز میں ڈھال کر قاری کو تبدیلی کے اس مکمل سفر میں شریک کرتی ہے۔

17۔ نتائج، بحث اور اختتامیہ

تحقیق سے واضح ہوا کہ مسدس میں زوال کی تعبیر کثیر جہتی ہے، مگر اس کا مرکز داخلی اخلاقی و علمی کمزوری ہے۔ حالی سیاسی محرومی کو محسوس کرتے ہوئے بھی قوم کو خارجی الزام کی پناہ نہیں دیتے۔ یہ موقف قرآن کے اصولِ تغییرِ نفس اور محاسبۂ ذات سے گہری مناسبت رکھتا ہے۔ نظم میں بعثتِ نبوی ﷺ رحمت، مساوات، علم اور خدمت کے اخلاقی انقلاب کی علامت ہے؛ عروج انہی اقدار کے اجتماعی عمل کا نتیجہ، اور زوال ان سے دوری کا نام ہے۔ دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ حالی کی اصلاح مذہبی اور دنیاوی خانوں میں تقسیم نہیں۔ علم، عبادت، معاملات، عدل، اخوت اور خدمت ایک اخلاقی کل بناتے ہیں۔ ایمان بغیر عمل، علم بغیر کردار، اور اتحاد بغیر عدل ناکافی ہے۔ سورۃ العصر، آیاتِ علم، عدل، وحدت اور امید اس ترکیبی تصور کو قرآنی معیار فراہم کرتی ہیں۔ تیسرا نتیجہ ادبی ہے: مسدس کا مرثیاتی آہنگ اصلاحی عمل کی تیاری کرتا ہے۔ تقابل احساسِ زیاں، طنز خود احتسابی، نعت اخلاقی معیار، تاریخ اجتماعی حافظہ، اور دعا امید پیدا کرتی ہے۔ یوں نظم معلوماتی تاریخ نہیں؛ قاری کے جذبے، تصور اور ارادے کو ترتیب دینے والی ادبی کارروائی ہے۔

چوتھا نتیجہ تنقیدی احتیاط ہے۔ حالی کا ماضی بعض جگہ مثالی، زوال کی توضیح اخلاقی طور پر غالب اور طبقاتی تنقید اپنے عہد سے مشروط ہے۔ قرآن کی روشنی میں مطالعہ ان حدود کو چھپانے کے بجائے توازن دیتا ہے: داخلی اصلاح کے ساتھ ساختی عدل، اخلاق کے ساتھ مادی تدبیر، وحدت کے ساتھ اختلاف کا حق، اور امید کے ساتھ مسلسل عمل۔ آخر کار، مسدسِ حالی کا مستقل پیغام یہ ہے کہ قومیں نام، نسب اور ماضی

سے زندہ نہیں رہتیں؛ وہ علم، کردار، عدل، اخوت اور ذمہ دار عمل سے اپنی زندگی کی تجدید کرتی ہیں۔ قرآن اس تبدیلی کو باطن سے شروع کر کے معاشرے تک پھیلاتا ہے، اور حالی اسے آنسو، آواز اور آئینے کی ادبی قوت دیتے ہیں۔ آج اس نظم کا بہترین احترام اسے دہرانا نہیں، اس کے خود احتساب اور تعمیر پسند جوہر کو تعلیم، اداروں اور روزمرہ معاشرت میں زندہ کرنا ہے۔[32]

حواشی وحوالہ جات

1۔ الطاف حسین حالی، مسدسِ مدّ و جزرِ اسلام، مرتبہ افتخار احمد صدیقی (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2009)۔

2۔ الطاف حسین حالی، "دیباچہ، "مسدسِ مدّ و جزرِ اسلام، مرتبہ افتخار احمد صدیقی۔

3. Muhammad Sadiq, A History of Urdu Literature, 2nd ed. (Karachi: Oxford University Press, 1984), 346–49.

4۔ شیخ محمد اکرام، موجِ کوثر (لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، 2007)، 123–28۔

5. Eve Tignol, "A Note on the Origins of Hali's Musaddas-e Madd-o Jazr-e Islam",Journal of the Royal Asiatic Society 26, no. 4 (2016): 585–98.

6۔ عبدالقیوم، "مسدسِ حالی کے ادبی اور فنی محاسن، "ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جنوری 2012۔

7۔ آل احمد سرور، یادگارِ حالی (نئی دہلی: انجمن ترقی اردو، 1986)، 41–58۔

8۔ افتخار احمد صدیقی، عروجِ اقبال اور حالی (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1984)، 75–104۔

9. Frances W. Pritchett, Nets of Awareness: Urdu Poetry and Its Critics (Berkeley:University of California Press, 1994), 35–46.

10. Furrukh Ali, "Bazaar, Loss and Nation in Reform Poetics of Hali," Journal ofResearch in Humanities 56 (2020): 169–86.

11۔ الطاف حسین حالی، مقدمۂ شعر و شاعری (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2001)۔

12۔ الطاف حسین حالی، مسدسِ مدّ و جزرِ اسلام، "ضمیمہ۔ "

13۔ ایضاً۔

14۔ القرآن، الزمر 39:53۔

15۔ القرآن، الرعد 13:11۔

16۔ القرآن، الحشر 59:18۔

17۔ حالی، مسدسِ مدّ و جزرِ اسلام، حصہ اوّل۔

18۔ ایضاً، نعتیہ بند۔

19۔ القرآن، الانبیاء 21:107؛ القلم 68:4۔

20. David Lelyveld, Aligarh's First Generation: Muslim Solidarity in British India(Princeton, NJ: Princeton University Press, 1978), 180–207.

21۔ القرآن، العلق 96:1–5؛ الزمر 39:9؛ طٰہٰ 20:114۔

22۔ القرآن، العصر 103:1–3۔

23۔ القرآن، البقرہ 2:177۔

24۔ القرآن، آل عمران 3:103؛ الحجرات 49:10؛ الانفال 8:46۔

25۔ القرآن، المائدہ 5:8۔

26۔ القرآن، النحل 16:90؛ النساء 4:58۔

27۔ القرآن، آل عمران 3:110۔

28۔ حالی، مقدمۂ شعر و شاعری، 101–35۔

29. Ram Babu Saksena, A History of Urdu Literature (Allahabad: Ram Narain Lal,(1940, .16–215

30۔ القرآن، الزمر 39:53؛ الفرقان 25:70۔

31۔ جمیل جالبی، تاریخِ ادبِ اردو، جلد 4 (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2012)، 725–52۔

32. Syed Akbar Hyder, "The Musaddas of Hali: A Reinterpretation," Pakistan Perspectives 22, no. 1 (2017): 207–16.

33. Francis Robinson, "The British Empire and Muslim Identity in South Asia",Transactions of the Royal Historical Society 8 (1998): 271–89.